٤١١/٢/٢٢ ١٠/٤٦٦

دار الافتاء جامعہ فاروقیہ

س:- ایک حدیث میں ہے کہ تم سب کو حاکم بنایا گیا ہے تم سب سے تمہاری رعایا کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ ماں کو بچوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا اور باپ کو گھر کے متعلق سوال کیا جائے گا سوال یہ ہے کہ ماں کو کتنے سال کی عمر تک کے بچے سے سوال کیا جائے گا اور باپ کو کب تک گھر کے بارے میں سوال کیا جائے گا اور جو باقی افراد کے متعلق سوال ہیں وہ کب تک ان سے سوال کیا جائے گا۔

نوید قاسم ڈسکہ
03006493891

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

اولاد اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، اور اس نعمت کا شکریہ یہ ہے کہ والدین اپنے بچوں کی صحیح دینی تربیت کریں، انسان فطری طور پر ماحول سے اثر لیتا ہے، اور بچوں میں یہ عنصر زیادہ پایا جاتا ہے، کیونکہ ان کا دل و دماغ بالکل صاف ہوتا ہے، وہ جو کچھ دیکھتے اور سنتے ہیں، اسی کو اپنی زندگی میں لاتے ہیں، ایک حدیث میں ہے کہ ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے والدین اس کو یہودی بناتے ہیں یا نصرانی یا مجوسی۔ اس لئے والدین کو اس بات کا مکلف بنایا گیا ہے کہ وہ بچوں کی دینی تربیت کریں، اور تربیت چونکہ تدریجاً ہوتی ہے، اور ہر بچے کی صلاحیتیں بھی مختلف ہوتی ہیں، اس لئے کوئی محدود پیمانہ نہیں کہ اتنے سال تک ماں سے پوچھا جائے گا، اور پھر نہیں پوچھا جائے گا، بلکہ جب تک بچہ ماں باپ کی نگرانی میں رہے، تو اس کی تربیت والدین کے ذمے ہے، اور اچھی تربیت کی وجہ سے بچوں کا ہر نیک عمل

(جاری ہے)

والدین کیلئے صدقہ جاریہ ہوگا، اور اگر اچھی تربیت نہ کرنے کی وجہ سے بچے برے اعمال میں مبتلا ہوگئے، تو ان برے اعمال کا وبال والدین پر بھی ہوگا۔ البتہ اگر والدین نے اپنی طرف سے اچھی تربیت کرنے کی پوری کوشش کی، اس کے باوجود بچے بڑے ہوکر برے اعمال میں مبتلا ہوئے، تو والدین بریٔ الذمہ ہوں گے، ایسے ہی باقی افراد سے جس کے جو ماتحت ہو، اس سے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا، حدت کی کوئی قید نہیں، جس نے اپنی وسعت کے مطابق ذمہ داری کو پورا کیا، تو وہ بریٔ الذمہ ہے۔

قال الله تعالى: ﴿لا يكلف الله نفسا إلا وسعها﴾

(سورة البقرة، الجزء: ٣، الآية: ٢٨٦)

عن أيوب بن موسى عن أبيه عن جده أن رسول الله (صلى الله تعالى عليه وسلم) قال: ما نحل والد ولدًا من نحل أفضل من أدب حسن.

(جامع الترمذي، كتاب البر والصلة، باب ما جاء في أدب الولد، رقم الحديث: ١٩٥٢، ص: ٢/١٦، سعيد)

عن أنس بن مالك يحدث عن رسول الله (صلى الله تعالى عليه وسلم) قال: أكرموا أولادكم وأحسنوا أدبهم.

(سنن ابن ماجه، أبواب الأدب، باب بر الوالد والإحسان إلى البنات، رقم الحديث: ٣٦٧١، ص: ٢٦١، ط: قديمي)

فيؤخذ من مجموعة هذه الأحاديث التربوية أن على المربين ـ ولا سيما الآباء والأمهات ـ

مسؤولية كبرى في تأديب الأولاد على الخير، وتخليقهم
على مبادئ الأخلاق. ومسؤوليتهم في هذا المجال مسؤولية
شاملة بكل ما يتصل بإصلاح نفوسهم، وتقويم
اعوجاجهم، وترفعهم عن الدنايا، وحسن معاملتهم
للآخرين.

(تربية الأولاد في الإسلام، الفصل الثاني: ١/١٨٢، دار السلام)

وفي مرقاة المفاتيح: معنى الراعي هنا الحافظ المؤتمن
على ما يليه أمرهم النبي (صلى الله تعالى عليه وسلم) بالنصيحة
فيما يلونهم، وحذرهم الخيانة فيه بإخباره أنهم مسؤولون
عنه، فالرعاية حفظ الشيء وحسن التعهد، فقد استوى
هؤلاء في الإسم، ولكن معانيهم مختلفة، أما رعاية
الإمام ولاية أمور الرعية، فالحياطة من ورائهم، وإقامة
الحدود والأحكام فيهم، ورعاية الرجل أهله فالقيام
عليهم بالحق في النفقة، وحسن العشرة، ورعاية المرأة
في بيت زوجها، فحسن التدبير في أمر بيته، والتعهد
بخدمة أضيافه، ورعاية الخادم فحفظ ما في يده من مال
سيده والقيام بشغله.

(كتاب الإمارة والقضاء: ٧/٢٦٤، ط: رشيدية)

فقط

والله تعالى أعلم بالصواب

كتبه: وفا أحمد
المتخصص في الفقه الإسلامي
بالجامعة الفاروقية بكراتشي
٩/ ٥/ ١٤٣٢هـ
١٣/ ٤/ ٢٠١١م

الجواب صحيح
١٢/٥/٣٢هـ

الجواب صحيح
١٢/٥/١٤٣٢